

محمد ممتاز احسان

شعبہ سرائیکی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

گل عباس اعوان

پرنسپل، گورنمنٹ کامرس کالج، کوٹ سلطان

ضلع لہہ میں ادبی تحقیق کی روایت

ABSTRACT

Tradition of Literary Research in District Layya

By Muhammad Mumtaz Khan, Department of Saraiki, Islmia University, Bahawalpur and Gul Abbas Awan, Principle, Govt. College, Kot Sultan.

District Layyah(Punjab) is known for literary activities. It has produced many great writers and research scholars. A number of research works under the auspices of universities have been carried out by the scholars and researchers from district of Layyah. This paper introduces and analyses the research works of such scholars.

لیہ کی تخلیقی، تحقیقی و تنقیدی ادب میں سے ہمیشہ اہمیت رہی ہے۔ گو کہ لیہ اردو ادب کے اہم مراکز سے دور رہا ہے، مگر لیہ کی سرزمین نے نہ صرف عظیم دانشوروں کو جنم دیا، بلکہ کئی عظیم دانشوروں نے اس سرزمین کو اپنی پسند سے منتخب کیا، اور پھر اس کی مٹی کو ہمیشہ کے لیے اوڑھ کر سو گئے۔

ڈاکٹر خیال امروہی اور ڈاکٹر مہر عبدالحق تو، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ادبی شناخت رکھتے ہیں۔ ان عظیم لوگوں کے علاوہ بھی کئی لوگوں نے یہاں علم و ادب کے چراغ روشن کیے ہیں۔ ان مشاہیر کے ادبی کام کی ترویج، اہل علم کے لیے ایک بڑا خزانہ ہے۔ لیہ میں ہونیوالے تحقیقی کام کو ہم مختلف عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ جامعاتی کام

۲۔ غیر جامعاتی کام (کتابی صورت میں)

۳۔ غیر جامعاتی کام (رسائل و اخباری مضامین کی صورت میں)

جامعاتی کام کا جائزہ لیا جائے تو قیام پاکستان کے بعد سے لیکر اب تک، لیہ میں 9 لوگوں نے پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیقی کام کیا ہے۔ ان میں سے سات نے خالصتاً اردو میں اور باقی دو نے فارسی اور سرائیکی زبان و ادب پر کام کیا ہے۔ لیہ میں سب سے پہلے جامعاتی سطح پر تحقیقی کام مکمل کرنے کا اعزاز، ڈاکٹر مہر عبدالحق کو حاصل ہے۔ آپ لیہ شہر

میں یکم جون ۱۹۱۵ء میں سمرخانداں میں پیدا ہوئے۔ محکمہ تعلیم میں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۹۴ء میں انہیں اپنے ادبی و تحقیقی کام کے صلہ میں حکومت پاکستان کی طرف نغمہ حسن کارکردگی سے نوازا گیا۔ حساب معاشی سطح پر ان کا پی ایچ۔ ڈی کا تحقیقی موضوع ”ملتان کی زبان اور اس کا اردو سے تعلق“ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۸ء میں منظر عام پر آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب حافظ محمود شیرانی کے نظریہ ”پنجاب میں اردو“ پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق کو اگر لیہ میں تحقیقی روایت کا بانی ”Pioneer“ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ انہوں نے اپنے کام کے لیے دلیل اور استدلال کو، بنیاد بنایا ہے۔ اُن کا یہ تحقیقی کام پنجاب یونیورسٹی سے مکمل ہوا۔

”اپنے اس مقالے میں انہوں نے یہ نظر پیش کیا کہ اردو زبان کا اصل ماخذ ملتانی

زبان (سرائیکی) ہے۔ اس طرح اردو لسانی نظریات میں انہوں نے نئے نئے

نظریے پیش کر کے، مزید لسانی مباحث کے لیے دروازہ، کیے (۱)۔“

ڈاکٹر مہر عبدالحق نے اپنی تحقیق سے، یہاں تحقیقی معیارات متعارف کرائے۔ ان کی تحقیق، درحقیقت تحقیق کے

جدید اصولوں کے مطابق تھی۔

”کسی بھی موضوع پر تحریر کرتے ہوئے وہ پہلے الفاظ کے اشتقاق اور ان کی اساس پر بحث

کرتے ہیں۔ اپنے اس طریق کی بدولت وہ کسی موضوع کے بارے میں مروجہ تصورات کے

جال میں نہیں بھٹکتے ہیں۔ اور یوں انہیں بات کی تہہ تک پہنچنے میں بڑی مدد ملتی ہے (۲)۔“

ڈاکٹر مہر عبدالحق کے بعد، لیہ میں ڈاکٹر یٹ کرنے والی دوسری اہم شخصیت ڈاکٹر خیال امروہی ہیں۔ انہوں نے

۱۹۷۴ء میں تہران یونیورسٹی (ایران) سے ”مزدک اور مزدکیت“ کے موضوع پر پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

انہوں نے اپنے مقالے میں ایران کے عظیم فلسفی مزدک کے خیالات کی تفسیر بیان کی۔ معاشرے کی نشوونما، ترقی اور شانتی

کیلیے مزدک کے خیالات کس قدر اہم ہیں، انہوں نے بڑی وضاحت سے بیان کئے۔ چونکہ ڈاکٹر خیال امروہی خود انقلابی

و ترقی پسندانہ سوچ رکھتے تھے، اس لیے دنیا بھر کے انقلابی مفکرین نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ نشر میں

لکھی گئی ان کی درجن بھر کتابوں میں پہلی کتاب کا موضوع ”ایران کا عظیم انقلابی۔۔۔ مزدک۔۔۔ ہے۔“

”خیال امروہی اپنے افکار و خیالات کے مجموعی تاثر کے لحاظ سے انقلاب پسند ہیں۔“

زندگی کے جمود اور یک رُخی سے انہیں شدید نفرت ہے۔۔۔ ان کے انقلابی افکار

ایک خاص پس منظر رکھتے ہیں۔ سماج کی شکستی، رسوم و اطوار کا انہدام و تخریب ہو جانے

کے بعد، وہ تہذیب و تمدن کی رخشندہ اقدار کا تعمیری پروگرام پیش کرتے ہیں (۳)۔“

ڈاکٹر ظفر عالم ظفری، لیہ میں اپنی ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ آپ ایک عرصہ تک لیہ میں پوسٹ گریجویٹ کالج کے پرنسپل رہے۔ اور انٹر میڈیٹ بورڈ ڈیرہ غازی خان سے چیئرمین ریٹائر ہوئے۔ آپ کا پی ایچ ڈی کامعتالہ ”اُردو صحافت میں طنز و مزاح“ ۱۹۹۶ء میں چھپ کر منظر عام پر آیا۔ آپ نے اپنا تحقیقی کام ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی زیر نگرانی جامعہ کراچی سے مکمل کیا۔ جیسا کہ عنوان سے عیاں ہے کہ ہماری اُردو زبان و ادب کو جو رنگینی طنز و مزاح نے عطا کی وہ اس مقالے کا موضوع ہے۔ اس مقالے کے پہلے باب میں طنز و مزاح کی تعریف کرتے ہوئے صحافتی اور ادبی طنز و مزاح کی الگ الگ تعریف متعین کی گئی ہے (۴)۔ دوسرے باب میں اُردو مزاح کی روایت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بقول محقق ”ودھ پنچ، ایک تحریک تھا۔ جس کی تقلید میں طنزیہ پرچے، ہر شہر سے نکلنے لگے اور یوں طنز و مزاح کی زندگی آمیز روایت، اُردو ادب کا ایک اہم حصہ بن گئی (۵) تیسرے باب میں بیسویں صدی کی صحافت میں طنز و مزاح کی روایت پر خوبصورتی سے مباحث چھیڑے اور سمیٹے گئے ہیں۔ باب پنجم میں صحافتی معرکوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اور چھٹے باب میں اُردو صحافت کی موجودہ صورتحال اور مستقبل کے امکانات کو موضوع بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مقالہ اُردو صحافت میں ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول:

”اس مقالے کی دو بہت نمایاں خوبیاں ہیں۔ ایک یہ کہ اُردو زبان و ادب میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا تحقیقی مقالہ ہے۔ دوسری نمایاں خوبی یہ کہ حد درجہ سادہ و شگفتہ زبان میں لکھا گیا ہے۔ اور موضوع و اسلوب میں مطابقت پیدا کرنے کی بہت کامیاب کوشش کی گئی ہے (۶)۔“

لیہ کی تحقیقی روایت میں ایک اہم نام ڈاکٹر مزمل حسین کا بھی ہے۔ آپ آجکل (۲۰۱۶ء) گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، کوٹ سلطان (لیہ) میں پرنسپل کے فرائض سرانجام دے رہے۔ انھوں نے ”اُردو میں علم، بیان و بدیع کے مباحث“ پر اپنا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ، ڈاکٹر فخر الحق نوری کی زیر نگرانی ۲۰۰۵ء میں مکمل کیا۔ جس پر انہیں ۲۰۰۷ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا۔ مجلس ترقی ادب لاہور سے چھپنے والے اس مقالے کو محقق نے پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ اس مقالے میں عربی اور فارسی میں فن بلاغت کی تاریخ کو زمانی ترتیب سے مدلل انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ اُردو میں اس فن کے مختلف پہلوؤں پر مباحث چھیڑے گئے ہیں۔ عربی تاریخ بلاغت پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مزمل حسین لکھتے ہیں:

”جب ہم تاریخ ادبیات فارسی کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت فارسی کا آغاز ہوا، اس وقت، ملک میں عربی زبان و ادب کا تعارف، کلی طور پر ہو چکا تھا۔ عربی، سرکاری، درباری، علمی و ادبی زبان تھی۔ اب عربی انتقادی اصولوں اور ضابطے فارسی انتقاد میں آگئے۔ اور، یہی اصول ہیں جو ہمیں عربی انتقاد کے تمام ادوار میں نظر آتے ہیں (۶)۔“

اس مقالے کا دوسرا باب، اُردو میں علم بیان و بدیع کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ تیسرے باب میں اہم بلاغی کتب کا تعارف کرایا گیا ہے۔ چوتھے باب میں، اُردو شعریات میں علم و بدیع کی روایت کو اُردو شاعری کے مختلف ادوار کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پانچویں اور آخری باب میں نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ ان کے تنقیدی و تحقیقی شعور پر تبصرہ کرتے ہوئے، جاوید اختر بھٹی لکھتے ہیں:

”میرا خیال ہے کہ بعض اوقات، تمام تر سہولیات کے باوجود، مضمون لکھنا تصویر بنانے سے زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے موضوعات پر لکھنا، بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ جسے قلم نے کبھی چھو کر نہ دیکھا ہو۔ ڈاکٹر مزمل حسین نے ان مشکل موضوعات کو آسان بنا دیا ہے۔ یہ ہنر خوش نصیب قلم کاروں کو از خود مل جاتا ہے (۸)۔“

اُردو شاعری میں انسان دوستی، (ولی سے اقبال تک)، راقم کا، پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ راسخ نے یہ کام ڈاکٹر ظفر عالم ظفری کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ جس پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے راقم کو ۲۰۰۵ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا۔ اس سے پہلے راقم نے، اُردو غزل پر مُسلم ثقافت کے اثرات، پرائیم فل کی سطح کا کام، ڈاکٹر سعد اللہ کلیم کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ اور راقم کو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے، اس پر ۱۹۹۲ء، میں ڈگری عطا ہوئی۔ ”اُردو شاعری میں انسان دوستی پر مشتمل یہ مقالہ ۲۰۰۹ء میں عثمان بلی کیشنز، لاہور سے چھپ کر منظر عام پر آیا۔ یہ مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں کائنات اور انسان کے رشتے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مختلف مذاہب میں انسان کے مقام و مرتبے کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ مقالے میں فلاح بشر، عظمت بشر اور انسان دوستی کی اصطلاحات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ پہلے باب میں مشرق و مغرب، کے فکر و فلسفہ کی روشنی میں انسان دوستی کی تعریف کا تعین کیا گیا ہے۔ انسان دوستی کے پس منظر پر بحث کرتے ہوئے راقم نے لکھا کہ:

”دنیا کے تمام مذاہب، مفکرین، فلسفیوں اور شیعوں، سب نے مل کر عظمتِ بشر، فلاحِ بشر، باہمی احترام، رواداری، مساوات، بے تعصبی اور وسیع الشربتی کی اہمیت پر زور دیا (۹)۔“

اس مقالے میں مختلف مذاہب میں انسان دوستی کے تصور پر بحث کی گئی ہے۔ مشرق و مغرب کے فکر و فلسفہ کا موازنہ کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں راقم نے انسان دوستی کی تعریف کا تعین بھی کیا ہے۔ راقم کے مطابق، اہلِ معنرب میں پیٹرارک (Petrarck) پہلا انسان دوست تھا۔ وہ انسان کو آزاد و خود مختار دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ کلیساء کے جبر و استبداد، رسوم پرستی، توہم پرستی اور روایت پرستی کے خلاف تھا۔ اُس نے اپنے عہد کے لوگوں کی سوچ بدلنے کی کوشش کی۔ اس کا کہنا تھا کہ لوگ ولیوں کے جوتے اور رومال توچھو متے ہیں، مگر اُن کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔ پیٹرارک ۱۵۱۸ء میں فوت ہوا۔

اہل مغرب کے برعکس، اسلام روزِ اوّل سے، انسان دوستی کے تعلیم دیتا ہے۔ اسلام نے روزِ اوّل سے عظمتِ بشر اور احترامِ انسانیت کا درس دیا۔ اور جس کسی نے بھی، عظمتِ بشر کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، اُسے شیطان اور ابلیس قرار دے دیا۔ ”اسلام انسان کو متقی، آخرت پر یقین رکھنے والا، صدقہ و خیرات کرنے والا، نفسانی خواہشات پر قابو رکھنے والا، راست گو، دوسروں پر رحم کرنے والا، امانت دار، عہد کا پابند، غصے میں عفو و درگزر کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگنے والا، لالچ سے پرہیز کرنے والا، استغفار کرنے والا، اللہ سے رحم طلب کرنے والا، لوگوں پر احسان کرنے والا اور مصیبت میں لوگوں کے کام آئی والا“ (۱۰) دیکھنا چاہتا ہے۔

اس مقالے میں دکن میں انسان دوستی کے تصورات تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ صوفیاء اور شعراء کے تصوراتِ انسان دوستی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ دوسرے باب میں بدھ مت، جین مت اور شنگرا چاریہ کے انسان دوستی کے تصورات پر بحث کی گئی ہے۔ بھگتی تحریک، رامانج کی تحریک، بھکت کبیر کا تعارف، جے تنیہ کا پیغام محبت، گرو نانک کی تعلیمات، جلال الدین اکبری کی رواداری، مساوات اور بھائی چارے کے تصورات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مقالے میں ولی دکنی، میر تقی میر، میر درد، میرزا اسودا، میرزا غالب اور مومن خان مومن سے لے کر، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال تک، مختلف شعراء کے ہاں تصورِ الہ، تصورِ حُسن، تصورِ عشق، احساسِ عظمتِ بشر، مذہبی رواداری، وسیع المنہی اور انسان دوستی کے دوسری اقدار پر بات کی گئی ہے۔

معیشت ہم فقیروں کی سی، انخوانِ زماں سے کر
کوئی گالی بھی دے تو کہہ، بھلا بھائی بھلا ہوگا

(میر)

تصورِ حُسن پر بحث کرتے ہوئے مقالے میں لکھا گیا ہے کہ اردو شاعری میں حُسن کو ذاتِ خداوندی کی ایک صفت سمجھا گیا ہے اور اسی بنیاد اور مصدر سے ہر سطح کے حُسن و جمال کا رشتہ استوار کیا گیا ہے۔ اسی نسبت سے حُسن مجازی کی اصل، حُسن حقیقی ٹھہرائی گئی ہے۔ اس خیال کو ایک روایت سے تقویت ملتی ہے جس کے مطابق:

اللہ تعالیٰ جو، حُسنِ مطلق ہے اُسے خود اپنے ہی حُسن سے عشق پیدا ہوا۔ اُس نے چاہا
کہ اپنے جلوؤں کو سامنے لا کر دیکھے، اُن سے کلام کرے۔ اللہ تعالیٰ کی یہی چاہت،
عالمِ امکاں کی تخلیق کا سبب بن گئی (۱۱)۔“

راقم کے مطابق، انسان دوستی کی یہ روایت، جدید اردو شاعری میں بھی موجود ہے۔ اس مقالے میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ عظمتِ بشر اور فلاحِ بشر، انسانی سرشت میں شامل ہیں۔ جب تک آخری انسان زندہ ہے، وہ انسان دوستی کی اقدار کی ترویج اور پابندی کرتا رہے گا۔ اور جب تک اردو شاعری زندہ ہے، وہ انسان دوستی کی خوشبو سے معطر رہے گی۔

لیہ میں موجود ایک اور محقق، ڈاکٹر افتخار بیگ نے بیسویں صدی کی اردو شاعری میں فلسفہ و وجودیت کے اثرات پر مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ۲۰۰۳ء میں حاصل کی۔ انہوں نے یہ کام ڈاکٹر راشد متین کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ اس سے پہلے وہ اسی یونیورسٹی سے، مجید امجد اور فلسفہ و وجودیت پر ایم فل کی سطح کا کام کر چکے ہیں۔ وجودیت اُن کا پسندیدہ موضوع ہے۔ اس موضوع پر وہ قابل ذکر کام کر چکے ہیں۔ وجودیت کے حوالے سے ان کے تحقیقی کام کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداء ہی سے انسان کو اپنی ذات کا اثبات درکار تھا۔ انسان کو یقین تھا کہ وہ عزم، حوصلہ اور ہمت کی دولت سے مالا مال ہے۔ اُسے یقین ذات تھا۔ اُس کے پس منظر اور پیش منظر میں صدیوں کے انگار تھے۔ وہ تنہا سفر کرتا آ رہا تھا۔ وہ اذیت و کرب سے بھی خوشیاں کشید کرنے کے جذبے سے سرشار تھا۔ زندگی کی تابانیاں، اُس کے حواس پر سوار تھیں۔ رقص کرتی اندھی اور ناگہانی موت بھی، اُس کے عزم کو متزلزل کرنے میں ناکام رہی تھی۔ پچھلی دودھیوں کی صنعتی ایجادات اور طبقاتی تقسیم نے انسان کو اور بھی تنہا کر دیا ہے۔ وہ اپنے موضوع کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ ”موضوعیت کی طرف اس کی یہی مراجعت، وجودیت ہے (۱۲)“، مختلف ابواب پر مشتمل اس مقالے میں بہت سے مباحث چھیڑے گئے ہیں۔ مقالہ نگار نے اپنے موضوع سے خوب انصاف کیا ہے۔

ڈاکٹریٹ کی سطح پر، ڈاکٹر انور نذیر علوی (شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج لیہ)، رسالہ ”نگار“ کی ادبی خدمات پر کام کر چکے ہیں۔ یہ تحقیقی مقالہ ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر امیر محمد (شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج لیہ) بھی جنوبی پنجاب کی اردو شاعری پر ڈاکٹریٹ کی سطح پر کام کر چکے ہیں۔ مگر ابھی تک اُن کا کام بھی طبع نہیں ہوا ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستانی زبانوں کے ادب پر ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی کرا رہی ہے۔ لیہ سے ڈاکٹر حمید الفت ملغانی وہ پہلے محقق ہیں، جنہوں نے پاکستانی زبانوں کے ادب پر لیسے سے پی ایچ۔ ڈی کی۔ اُن کا موضوع سرانیکی افسانے، ناول اور ڈرامے کا ارتقاء (ایک تحقیقی جائزہ) تھا۔ اس پر انہیں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے ۲۰۱۵ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی۔ اس سے پہلے وہ سرانیکی کتابیات پر ایم فل کر چکے ہیں۔ سرانیکی کتابیات، ان کا ایک بڑا کام ہے۔ اس کتابیات میں انہوں نے ابتداء سے ۲۰۰۵ء تک سرانیکی میں چھپنے والی تمام کتابوں کا اشاریہ مکمل کیا۔ اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں انہوں نے سرانیکی افسانے، ناول اور ڈرامے کے موضوعات پر گھل کر بحث کی ہے۔ یہ ایک بڑا کام ہے۔ اس سے قارئین، پہلی مرتبہ سرانیکی زبان کے ادب سے، جامعاتی سطح پر، متعارف ہوئے ہیں۔ پاکستانی زبانوں کے ادب میں لیہ سے طاہر مسعود مہار اور عطا محمد بھی ایم فل کر چکے ہیں۔ عطا محمد نے ڈاکٹر مہر عبدالحق کی ادبی خدمات پر کام کیا۔ جبکہ طاہر مسعود مہار، نے مستشرقین کی لسانی خدمات کو موضوع بنایا ہے۔

جامعاتی سطح پر ہونے والا یہ تحقیقی کام، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کا ہے۔ جس سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ لیہ میں تحقیق کی روایت کس حد تک توانا اور جاری و ساری ہے۔ یہاں ہمہ جہتی تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ اُمید ہے کہ آنے والی نسلیں اس توانا روایت کو زندہ رکھیں گی۔

حواشی:

- (۱) منزل حسین، ڈاکٹر، نئے زاویے (لاہور: التحریر، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۰۳۔
- (۲) شہزاد قیصر، ڈاکٹر مسہر عبدالحق: ایک تاثر (مضمون)، مشمولہ سہ ماہی ادبیات اسلام آباد (بہار ۱۹۹۳ء)، ص ۲۰۷۔
- (۳) جعفر بلوچ، آیات ادب (مظفر گڑھ: ۱۹۸۸ء)، ص ۱۸۰۔
- (۴) ظفر عالم ظفری، ڈاکٹر، اردو صحافت میں طنز و مزاح (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۶ء)۔
- (۵) ایضاً، ص ۴۹۔
- (۶) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، پیش لفظ: اردو صحافت میں طنز و مزاح (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۶ء)، ص ۵۔
- (۷) منزل حسین، ڈاکٹر، اردو میں علم بیان اور علم بدیع کے مباحث (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۰ء)، ص ۶۰۔
- (۸) جاوید اختر، ڈاکٹر، منزل حسین کا تنقیدی شعور (مضمون)، مشمولہ نگارشات، از منزل حسین (ملتان: بینکن بکس، ۲۰۰۹ء)، ص ۱۲۔
- (۹) گل عباس اعوان، ڈاکٹر، اردو شاعری میں انسان دوستی (لاہور: عثمان پبلیشرز، ۲۰۰۹ء)، ص ۲۔
- (۱۰) ایضاً، ص ۳۹۔
- (۱۱) ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، ترجمہ: مولانا عبد القدیر صدیقی (لاہور: نذر سنز، ۱۹۷۹ء)، ص ۸۔
- (۱۲) افتخار بیگ، ڈاکٹر، بیسویں صدی کی اردو شاعری میں فلسفہ وجودیت کے اثرات (تحقیق و تنقید) (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء)۔

ماخذ:

- ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، ترجمہ: مولانا عبد القدیر صدیقی، لاہور: نذر سنز، ۱۹۷۹ء۔
- اعوان، گل عباس، ڈاکٹر، اردو شاعری میں انسان دوستی، لاہور: عثمان پبلیشرز، ۲۰۰۹ء۔
- بلوچ، جعفر، آیات ادب، مظفر گڑھ: ۱۹۸۸ء، ص ۱۸۰۔
- بھٹی، جاوید اختر، ڈاکٹر، منزل حسین کا تنقیدی شعور (مضمون)، مشمولہ نگارشات، از منزل حسین، ملتان: بینکن بکس، ۲۰۰۹ء۔
- بیگ، افتخار، ڈاکٹر، بیسویں صدی کی اردو شاعری میں فلسفہ وجودیت کے اثرات (تحقیق و تنقید)، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء۔
- حسین، منزل، ڈاکٹر، نئے زاویے، لاہور: التحریر، ۲۰۰۰ء، ص ۱۰۳۔
- _____، اردو میں علم بیان اور علم بدیع کے مباحث، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۰ء۔
- ظفری، ڈاکٹر ظفر عالم، اردو صحافت میں طنز و مزاح، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۶ء۔
- فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، پیش لفظ: اردو صحافت میں طنز و مزاح، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۶ء۔
- قیصر، شہزاد، ڈاکٹر مسہر عبدالحق: ایک تاثر (مضمون)، مشمولہ سہ ماہی ادبیات اسلام آباد (بہار ۱۹۹۳ء)۔